فوجی انقلاب' خونی انقلاب اور جمہوری عمل کے ذریعے اسلامی نظام کا قیام' تین معروف طریقے ہیں۔ اگر جمہوری عمل کو اختیار کیا جائے تو ظاہر ہے اس عمل کے دوران کچھ عرصے کے لیے جمہوری اداروں میں شرکت کرنا ہوگی' جب کہ وہ اصولی طور پر لادینی نظام پر چل رہے ہوں گے۔ اس عبوری عرصے کے لیے اس برائی کو گوارا کیے بغیر تبدیلی کا عمل ممکن نہیں ہوگا' الا یہ کہ ایک ایسا غیرخونی انقلاب برپا ہو جو ان اداروں کو راتوں رات تبدیل کر دے۔

اسلامی انقلاب کے لیے جہاں ایسے افرادکار کی تیاری بنیادی شرط ہے جو مکمل طور پر اللہ کی بندگی اختیار کر چکے ہوں' وہاں ان افراد کا سیاسی' معاشی' معاشرتی اور ثقافتی میدانوں میں آگے بڑھ کر شرکت کرنا اور عبوری دور میں بھی اپنے کردار و عمل سے اعلیٰ سیرت کا مظاہرہ کرنا اس عمل کا لازمی حصہ ہے۔ یہ کام معاشرے اور اداروں سے کٹ کر اور باہر بیٹھ کر نہیں کیا جاسکتا۔ تبدیلی کا راستہ بعض اوقات ایسے مقامات سے بھی گزرتا ہے جہاں بعض ناگوار حالات ہوں لیکن جب تک منزل' مقصد اور سمت درست ہو' ایسا کرنا ناگزیر ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب (ڈاکٹر انیس احمد)

مسئلۂ تقدیر

س: ایک شخص نے ایک عجیب اعتراض پیدا کیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ مذہب کی تعلیمات کے مطابق ہر شخص کی موت کا وقت معیّن ہے۔ اس میں کسی قسم کی تاخیر و تقدیم نہیں ہوسکتی۔ لیکن دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اقوامِ مغرب نے حفظانِ صحت کے اصولوں کی پابندی اور بیماریوں کی روک تھام کر کے اپنی عمروں کے اوسط میں اضافہ اور شرحِ اموات میں کمی کر لی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر کا بڑھانا گھٹانا اور موت کو ٹالنا انسان کے بس میں ہے۔ اس بات کو واضح کریں کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات صحیح ہے۔ آیا زندگی کی مدت اور موت کی گھڑی مقرر ہے یا اس میں ردّ و بدل انسان کے بس میں ہے؟

ج: آپ نے جو سوال کیا ہے وہ دراصل ایک بڑے اور بنیادی سوال کا جز ہے۔ وہ بنیادی

سوال یہ ہے کہ انسان کس حد تک تقدیر اور مشیتِ الٰہی کے تحت مجبور اور بے بس ہے اور کس حد تک اُسے ارادہ و عمل کی آزادی دی گئی ہے، اور کوشش سے نتائج مطلوب پیدا کرنا کس حد تک اس کے امکان میں ہیں؟ یہ سوال ایسا نہیں ہے جس کا جواب آسانی اور اختصار کے ساتھ اثبات یا نفی کی صورت میں دیا جاسکے۔ اگر جواب میں یہ کہا جائے کہ انسان اپنی تقدیر کا خالق خود ہے اور کوئی بالاتر طاقت اس کے افعال اور نتائجِ افعال پر حاوی و موثر نہیں ہے تو یہ بات بالبداہت غلط ہے۔ انسان جب اپنے آپ کو وجود میں نہیں لاسکتا تو جو اعمال اس کے وجود سے صادر ہوتے ہیں، ان کا فاعلِ مختار آخر وہ کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر اگر یہ کہا جائے کہ انسان مجبورِ محض ہے اور اختیار و آزادی سے قطعی محروم ہے تو یہ بات بھی صریحاً غلط اور خلافِ عقل و مشاہدہ ہے اور یہ دین کی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔

حقیقت اِن دونوں انتہاؤں کے بین بین ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک خاص پہلو سے اور ایک خاص دائرے کے اندر انسانوں کو ایک حد تک آزادی حاصل ہے اور یہ آزادی انسان اور پوری کائنات کے خالق ہی کی عطا کردہ ہے۔ لیکن اس دائرے سے باہر جاکر انسان کی آزادی ختم ہوجاتی ہے اور اس کے سارے اعمال اور ان کے نتائج آخرکار مشیتِ الٰہی کے تابع ہوکر رہ جاتے ہیں۔ انسان کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی آزادی یا مجبوری کے حدود کو ناپنے کی کوشش کرے، یا یہ مسئلہ حل کرنے میں اپنا دماغ لڑائے کہ یہ جبر و اختیار ایک دوسرے کے ساتھ کیسے جمع ہوسکتے ہیں؟ انسان جب تک انسانی حدود میں مقید ہے اور جب تک وہ مخلوق کے بجاے خالق نہیں بن جاتا، اس وقت تک وہ اس پیچیدہ مسئلے کی تہہ اور کنہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ انسان کا کام یہ ہے کہ جس حد تک اُسے آزادی دی گئی ہے اس حد تک اُسے خالق کی رضا اور منشا کے مطابق استعمال کرے اور جن حدود سے آگے اُسے آزادی حاصل نہیں، وہاں وہ آزاد اور خود مختار ہونے کا ادّعا نہ کرے۔

اس اصولی بات کو سمجھ لینے کے بعد آپ عمر کے گھٹنے اور بڑھنے کے سوال پر خود غور کریں۔ یہ بات آخر کس کو معلوم ہے کہ خدا نے کس شخص کی موت کے لیے کون سا وقت مقرر کیا تھا، اور کسی خاص دور یا عہد میں کسی خاص قوم کی عمر کا اوسط اس نے کیا متعین فرمایا تھا؟ اگر اس کا علم کسی کو نہیں ہے تو پھر یہ دعویٰ خود بخود بے معنی ہوجاتا ہے کہ خدا کے مقرر کیے ہوئے وقت پر فلاں شخص نہ

مر سکا اور اس نے یا کسی دوسرے نے اس کی عمر میں اضافہ کر دیا۔ یہ سب دراصل بے عقلی کی باتیں ہیں جو بہت سے لوگ بے سمجھے بوجھے کرتے رہتے ہیں۔ ہمارا کام صرف یہ ہونا چاہیے کہ ہم کو خدا نے علم اور عقل کی جو طاقتیں دی ہیں، انھیں استعمال کر کے ہم امراض کے علاج اور صحت کی حفاظت کے زیادہ سے زیادہ بہتر ذرائع مہیا کریں اور ان کے مہیا ہو جانے پر خدا کا شکر بجالائیں۔ اس سے آگے بڑھ کر کوئی چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم نہ کسی کو بیمار پڑنے دیتے اور نہ کسی کو مرنے دیتے۔ لیکن مرض یا موت کو بالکل روک دینے پر نہ کبھی قدیم زمانے کا انسان قادر تھا، نہ آج کے زمانے کا کوئی بڑے سے بڑا معالج یا سائنٹسٹ قادر ہو سکا ہے۔ (جسٹس ملک غلام علی، ترجمان القرآن، ستمبر ۱۹۶۴ء، ص ۶۲-۶۴)

امام حسن البنا شہید پر اشاعت خاص

حتمی اعلان ماہ دسمبر میں ملاحظہ فرمائیے۔ (ادارہ)

۲۰۰۷ء کے لیے ترجمان کے سرورق کا ڈیزائن

آرٹسٹ / گرافک ڈیزائنرز کو دعوت عام ہے کہ ۲۰۰۷ء کے لیے ترجمان القرآن کے سرورق (چوڑائی "5.7، لمبائی "8.7) کا سادہ، پُرکشش، چار رنگوں کا ڈیزائن تجویز کریں جو ۱۲ ماہ رنگ تبدیل کر کے شائع کیا جائے گا۔

ڈیزائن سی ڈی اور پرنٹ کے ساتھ ۲۰ نومبر ۲۰۰۶ء تک دفتر میں موصول ہو جانا چاہیے۔

منتخب ڈیزائن بنانے والے کو ۵ ہزار روپے بطور انعام پیش کیے جائیں گے۔

ترجمان القرآن، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور- 54790